یادِ رفتگاں — تحریر جناب مرزا ادیب

مولانا محمد حنیف ندویؒ

خدا کا شکر ہے کہ گو ہمارے ہاں اہل درد کی تعداد بہت کم ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ لوگ سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔ ہم میں دل دردمند رکھنے والے نہیں اور یہ ہمدرد انسان دوسروں کے دکھ میں عملاً شریک بھی ہوتے ہیں اور ان کے لئے اپنی ہمدردانہ آواز بھی بلند کرتے رہتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں ہمارے نامور کالم نگار عطا الحق قاسمی نے ڈاکٹر سید عبدالرشید کے لئے ان کی پریشان کن علالت کے حوالے سے اپنی موثر آواز بلند کی تھی۔ اور اس آواز نے حکومت کے متعلقہ شعبوں کو اس حد تک متحرک کر دیا ہے کہ آج بھی اخباروں میں یہ اطلاع چھپی ہے کہ حکومت ڈاکٹر صاحب محترم کو علاج کی غرض سے بیرون ملک بھجوانے پر بھی آمادہ ہے۔

لاریب ڈاکٹر صاحب علم و ادب کی دنیا میں ہمارا بہت قیمتی اثاثہ ہیں۔ اللہ انہیں مکمل طور پر صحت یاب کرے۔ ان کے ہزاروں عقیدت مند ان کے لئے دست بہ دعا ہیں۔ میں اس وقت اپنی ایک اور گراں بہا متاع کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو کافی مدت سے صاحب فراش ہے۔ اس قومی متاع کا نام مولانا حنیف ندوی ہے۔ مولانا اپنی طویل بیماری کے کارن معذور ہو کر گھر میں بیٹھے ہیں ان کی ساری سرگرمیاں قریب قریب معطل ہو کر رہ گئی ہیں۔

مولانا حنیف ندوی ایک جید اور متبحر عالم ہیں۔ ایسے عالم اور بھی ہوں گے مگر مولانا ان میں سے بہتوں سے اپنی خوئے استغنا کی بنا پر الگ تھلگ دکھائی دیتے ہیں۔ مولانا کی یہ بے نیازی دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ مرزا غالب نے ایسے ہی درویش منعش صاحبان بصیرت کے باب میں کہا تھا۔

دوش بر من عرض کروند ہرچہ در کونین بود
زاں ہم کالائے رنگا رنگ دل بر داشتہ ہم

ایسے ہی لوگ ایک خاص مقصد کو اپنی زندگی کا مشن بنا لیتے ہیں اور ساری عمر اسی مشن کی تکمیل میں صرف کر دیتے ہیں۔ مولانا کی غیر مختتم جدوجہد پر ایک نظر ڈالیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ انہوں نے جس مقصد اعلیٰ کو زندگی کا مشن بنایا تھا اسے کبھی اور کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں کیا۔ مولانا کا مقصد تھا اور بدستور ہے دینی خدمت ان کی ساری تگ و دو کا مرکز یہ رہا ہے کہ جہاں تک امکان قوتوں کا تعلق ہے ان علوم کو وسیع کیا جائے جن کا تعلق دین سے ہے۔ دینی علوم کا فروغ مولانا کا اساسی مقصد حیات ہے۔

دینی علوم کی وسعت کا یہ تقاضا ہے کہ اس سلسلے میں جو کتابیں ماضی میں لکھی گئی ہیں ان کو انہی کے انداز سے پھیلا دیا جائے بلکہ اس وسعت کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ ان علوم کی وقت کے موجودہ تقاضوں کے زیر اثر تفسیر کی جائے۔ ثبات ایک تفسیر کو ہے زمانے بھی۔ علم کی روح تو وہی ہوتی ہے لیکن جب اسی روح کو نئے تقاضوں کی روشنی میں سمجھنے کی سعی کی جاتی ہے تو اس کے بعض معانی و مفاہیم بدل جاتے ہیں۔

مجھے مولانا سے بارہا گفتگو کا موقع ملا ہے اور میں پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ جس چیز کو 'آزاد خیالی' کہا جاتا ہے وہ مولانا کی باتوں سے بطور خاص مترشح ہوتی ہے۔

مولانا نے ۱۹۳۳ء میں قرآن پاک کی تفسیر لکھی تھی جس کا نام سراج البیان ہے۔ ۵۳ سال کی مدت میں یہ تفسیر بارہا چھپی ہے اور آج بھی اسے ذوق و شوق سے پڑھا جاتا ہے۔

اس تفسیر کی ایک بہت بڑی اور نمایاں خوبی اس کی سلاست ہے کم پڑھا لکھا آدمی بھی اس تفسیر سے با آسانی استفادہ کر سکتا ہے۔ مولانا حنیف ندوی نے اس زمانے میں اسلامیہ کالج سے متصل مبارک مسجد میں خطیب کی ذمے داریاں سنبھالی تھیں جب ان کی عمر بائیس برس سے زائد نہیں تھی۔ یہ ذمے داریاں اٹھارہ برس تک ان کی ذات سے وابستہ رہیں۔ سردی ہو یا گرمی موسم کی کوئی شدت مولانا پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔

یہ بھی خیال رہے کہ اس دور میں مولانا مبارک مسجد سے کافی دور مغل پورہ میں رہتے تھے۔ مسجد تک پہنچنے کے لئے تانگے کا انتظام ہو گیا تو ہو گیا ورنہ مولانا پیدل ہی چل پڑتے تھے اور وقت مقررہ سے پہلے ہی مسجد میں داخل ہو جاتے تھے۔

اسلامیہ کالج کے کئی اساتذہ اور طلباء کو مبارک مسجد میں مولانا کا خطبہ سننے اور ان کی امامت میں نماز پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ یہ شرف مجھے بھی حاصل ہوا ہے۔ مولانا کا انداز خطابت..... صرف مولانا ہی سے مخصوص تھا۔

مولانا اسی مسجد میں شام کی نماز کے بعد قرآن مجید کا درس بھی دیتے رہے ہیں۔ اس درس میں تین بار قرآن پاک ختم کیا گیا ہے۔ اس نشست میں سینکڑوں لوگ شریک ہوتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا نے جمعہ کے خطبے میں دو بار قرآن پاک کی تفسیر بیان کی ہے۔ مولانا ایک دینی ماہنامے "حقیقت اسلام" کے بھی سالہا سال تک ایڈیٹر رہے ہیں۔

ادارہ ثقافت اسلامیہ سے مولانا ایک لمبی مدت سے وابستہ ہیں۔ اس مدت میں مولانا نے کئی نہایت اہم کتابیں تصنیف کی ہیں۔ میں مولانا کی ان تصانیف کے بارے میں کچھ زیادہ عرض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہ منصب میرا نہیں ہے۔ مجھے اپنی کم علمی کا اعتراف ہے۔ اور یہی بات یہ ہے کہ مولانا کے دینی کارناموں پر وہی شخص قلم اٹھا سکتا ہے جو خود اعلیٰ پائے کا عالم ہو۔ تاہم مولانا کی بعض تصانیف ایسی ہیں جن کا میں مطالعہ کر چکا ہوں۔ اور ان سے اپنی معلومات میں اضافہ بھی کیا ہے۔

مولانا کو اگر ماہر غزالیات ' کہا جائے تو میں سمجھتا ہوں اس میں کسی قسم کا مبالغہ نہیں ہو گا۔ مولانا حجتہ الاسلام امام غزالی پر سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور یہ ان کا خصوصی موضوع ہے۔

مولانا نے امام غزالی کے حوالے سے چار کتابیں تصنیف کی ہیں۔ سرگزشت غزالی ' یہ کتاب امام غزالی ہی کی ایک کتاب کا ترجمہ ہے۔ تعلیمات غزالی ' میں مولانا نے امام غزالی کی تعلیمات بیان کی ہیں۔ افکار غزالی ' یہ بہت اہم اور فکر انگیز تصنیف ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے مولانا نے اس کے صفحات پر امام غزالی کے حکیمانہ افکار و تصورات کی فاضلانہ تشریح کی ہے اور ضمناً ان اعتراضات کے جواب بھی دیئے ہیں جو بعض حلقوں کی طرف سے امام کے عقاید پر کئے گئے تھے۔ تہافت فلاسفہ ' امام غزالی کی ایک عہد ساز تصنیف ہے۔ امام غزالی اور ابن رشد کے درمیان جو فکری اختلافات صورت پذیر ہوئے تھے۔ ان پر بے لاگ تنقید کی گئی ہے۔

افکار ابن خلدون میں مولانا نے ابن خلدون کے تنقیدی ' عمرانی ' دینی و علمی خیالات کا تجزیاتی مطالعہ کیا ہے۔ اساسیات اسلام میں مولانا نے اسلام کی روشنی میں فرد اور معاشرے کے فکری اور تہذیبی مسائل کا محاکمہ کیا ہے۔ عقلیات ابن تیمیہ اس تصنیف میں مولانا نے علامہ ابن تیمیہ کے منطق ' علم الکلام اور فلسفے سے متعلق تنقیدی مباحث سے گفتگو کی ہے۔

کچھ مدت سے مولانا ایک بہت ہی فکر انگیز کتاب کی تصنیف میں مشغول تھے۔ لسان القرآن ' یہ کتاب کئی جلدوں پر مشتمل ہو گی۔ اس کی پہلی جلد چھپ گئی ہے۔

مولانا کثیر التصانیف مصنف ہیں۔ اللہ انہیں شفا دے۔ ابھی انہوں نے بہت کام کرنا ہے۔

میں اور میرے ساتھی مولانا کے ہزاروں عقیدت مندان کے لئے صحت یابی کی دعا کرتے ہیں۔ حکومت ان کے لئے دوا کے سلسلے میں دوران ملک اور بیرون ملک اہتمام کر سکتی ہے اور اس سے ہمیں پوری پوری توقع ہے کہ وہ اپنا فریضہ ضرور ادا کرے گی...... یہ ایک قومی فریضہ ہے مولانا قوم کی متاع گراں بہا ہیں۔

بقیہ :۔ تعارف و تبصرہ

بھی ہیں اور مغموم و محزوں کرنے والے مرثیے بھی اور شہید ہونے والے کے محامد و محاسن کے قصیدے بھی۔ قریباً ایک صد شعراء کے قیمتی افکار، قابل ستائش جذبات اور ادبی شاہ پارے اس میں موجود ہیں۔ کتاب کے شروع میں فاضل مولفین کی طرف سے نہایت قیمتی ابتدائیہ، مشہور شاعر اور ادیب جناب علیم ناصری مدیر الاعتصام کا قابل قدر مقدمہ، مولانا محمد شفیق خاں پسروری کی تقریظ کتاب کی اہمیت کیلئے کافی ہیں۔ کتاب حصہ منظوم سے قبل قریباً پچھتر صفحات تک علامہ مرحوم کی تقریر اور تحریر دل کے نہایت قیمتی اقتباسات بھی ہیں۔ جن میں علامہ صاحب کی شوخیٔ تحریر اور عظمت تقریر ان کے اقتباس کے ایک ایک لفظ سے بولتی سنائی دیتی ہے۔ شعراء کے کلام پر علیم ناصری نے فنی اعتبار سے قابل تحسین نظر ثانی فرما کر کتاب کی قدر و قیمت دو چند کر دی ہے۔ خوبصورت ٹائیٹل عمدہ کتابت، نہایت اچھا کاغذ اور بہترین طباعت کتاب کا امتیازی وصف ہے۔ تین صد چھ صفحات پر مشتمل یہ کتاب اہلحدیث پبلیکیشنز چاہ شاہاں گوجرانوالہ سے مل سکتی ہے۔ اس کی قیمت پچیس روپے ہے نیز مکتبہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن سے بھی یہ کتاب مہیا ہو سکتی ہے۔ تمام اہلحدیث نوجوانوں، علماء، طلبا، خطباء، مبلغین، واعظین اور یوتھ فورس کے ارکان کے پاس اس کا ہونا ضروری ہے۔ ہم اپنے خوانندگان محترم سے اس کی اشاعت اور خرید کی سفارش کریں گے۔

(یہ کتاب دفتر جمعیۃ اہلحدیث پاکستان ۵۰ راوی روڈ لاہور سے مل سکتی ہے)